شاہ محمد جعفر پھلواروی ندوی

اولی الامر

یہ موضوع ہمیشہ سے زیر بحث چلا آ رہا ہے۔ مختلف اوقات میں اصحاب دستور و قانون نے اس سلسلے میں بہت سی موشگافیاں کی ہیں۔ اسلام پہلا مذہب ہے جس نے اس مسئلے کو دوسرے ادیان کے مقابلے میں زیادہ واضح طور پر پیش کیا ہے۔ اس عنوان پر ہم دوسرے ارباب تحقیق کو قلم فرسائی کی دعوت دیتے ہیں۔

ایک بڑی بنیادی حقیقت آنحضرت صلعم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ — تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہو گی۔

گویا ہر انسان دو حصوں میں بٹا ہوا ہے۔ وہ یا تو نگران ہے یا زیر نگرانی۔ بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ دونوں ہی ہے یعنی وہ خود کسی کا نگراں بھی ہوتا ہے اور کسی کے زیر نگرانی بھی۔ زیر نگرانی چیزوں میں انسان اور غیر انسان سبھی ہو سکتے ہیں۔ اور ہر نگران سے ان چیزوں کے بارے میں باز پرس ہو گی جو اس کے زیر نگرانی ہیں۔ باز پرس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے ان زیر نگرانی چیزوں کا کیا حق ادا کیا؟ راعی یا نگران ذمے دار ہوتا ہے اور رعیت وہ ہے جس کی نگرانی کی ذمہ داری راعی پر عائد ہوتی ہے۔

لیکن یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ حقوق یک طرفہ نہیں ہوتے۔ ہر حق کے ساتھ کچھ فرائض ہوتے ہیں۔ راعی پر جس طرح رعیت کا حق ہوتا ہے اسی طرح رعیت پر بھی راعی کے کچھ حقوق ہوتے

ہیں۔ ہر شخص اپنا حق اسی صورت میں وصول کر سکتا ہے جب کہ وہ اپنے فرائض بھی ادا کرتا ہو۔ دراصل فرائض اور حقوق دو الگ الگ چیزیں نہیں۔ اصل میں جو کچھ ہے وہ حقوق ہی ہیں جو دونوں طرف سے ادا ہوتے ہیں۔ خادم اپنی طرف سے خدمت کی شکل میں مخدوم کا حق ادا کرتا ہے، اور مخدوم تنخواہ دے کر اپنے خادم کا حق ادا کرتا ہے۔ اسی کو آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ خادم اور مخدوم دونوں اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔ جو حق ادا کرتا ہے وہ اپنا فریضہ ہی پورا کرتا ہے۔ اس لیے حق اور فریضے میں کوئی فرق نہیں۔ تنخواہ دینے کی وجہ سے خدمت فرض کر لیجیے یا خدمت کی وجہ سے تنخواہ تسلیم کیجیے، بات ایک ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک طرف سے حق ادا ہوتا ہے اور دوسری طرف سے فریضہ۔

جس طرح تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے اسی طرح سوسائٹی کا نظام بھی یوں ہی قائم رہ سکتا ہے کہ راعی اور رعیت دونوں ایک دوسرے کا حق (یا فریضہ) ادا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نہ تو محض ایک طرف کے حقوق بتائے ہیں نہ صرف دوسری طرف کے فرائض وہ راعی اور رعیت دونوں کو ان کے فرائض و حقوق بتاتا ہے تاکہ ہر ایک فریق اپنا اپنا وہ حق ادا کرے جو اس پر عائد ہوتا ہے۔ کبھی راعی کو مخاطب کیا ہے اور کبھی رعیت کو اور کبھی دونوں کو۔

راعی اور رعیت کی چند اہم مثالیں حضورؐ نے یوں دی ہیں:

.... فالامام راع ومسئول عن رعیته، والرجل راع فی اهله و مسئول عن رعیته، والمرأة فی بیت زوجها راعیة ومسئولة عن رعیتها، والخادم فی مال سیده	.... پس امام ایک راعی ہے جس سے اس کی رعیت کے بارے میں بازپرس ہوگی۔ آدمی اپنے بال بچوں میں راعی ہے اور اسے اس کی رعیت کے متعلق جوابدہی کرنی پڑے گی۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر کے اندر راعیہ ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں مسؤلہ ہے

راع ومسئول عن رعیتہ ... فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابن عمرؓ)

اور خادم اپنے مخدوم کے مال میں راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق بازپرس ہوگی ... غرض یہ کہ تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر ایک کو اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہی کرنی پڑے گی۔

اس ارشادِ نبویؐ میں سب سے پہلے "امام" کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق پوری ریاست سے ہے۔ امام کے بگاڑ سے پوری ریاست اور پوری مخلوق میں بگاڑ پیدا ہوسکتا ہے۔ امام کے بعد نچلی سطح کے راعیوں کا ذکر ہے جن کا حلقۂ رعایت مختصر ہے۔ اس روایت میں چند نکات ایسے ہیں جن سے صرف نظر کرکے آگے بڑھ جانا مناسب نہیں۔ اس لیے ان پر بھی غور کرتے چلیے:

۱۔ یہاں چار راعیوں اور رعیتوں کا ذکر ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں بس یہی چار راعی و رعیت ہیں۔ یہ چار تو صرف مثالیں ہیں ورنہ آگے وضاحت کر دی گئی ہے کہ: تم میں سے ہر شخص راعی اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے۔

۲۔ جن رعیتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کو بھی محدود نہیں سمجھنا چاہیے۔ صرف چند موٹی موٹی اساسی ذمے داریوں کو بیان کر دیا گیا ہے ورنہ رعیت ہر وہ شئے ہے جس کی کسی قسم کی ذمے داری کسی راعی پر عائد کی گئی ہو۔

۳۔ امام سے مراد فقط رئیس مملکت یا صدر ریاست نہیں بلکہ اس میں وہ تمام اولی الامر آجاتے ہیں جن کو کسی حلقۂ ریاست کی نگرانی سپرد کی گئی ہو، جو جس حلقے کا امیر ہوگا اسی حلقے کی بازپرس اس سے ہوگی۔ امام راعی ہے اور پوری مملکت اس کی رعایا۔ گورنر راعی ہے اور پورا صوبہ اس کی رعیت ہے جس کا وہ جوابدہ ہے۔ اسی طرح کمشنر اپنی کمشنری کا، کلکٹر اپنے ضلع کا راعی اور جواب دہ ہے۔ وھلم جراً۔

اسی طرح سمجھیے کہ کوئی عدل کا، کوئی امن کا، کوئی تعلیم کا، کوئی صحت کا، کوئی اخلاق کا، کوئی

دفاع کا، کوئی روزگار کا، کوئی صفائی کا، کوئی غذائیات کا، کوئی انسداد جرائم کا، کوئی تجارات کا ذمے دار ہے اور جس کا جو حلقہ ہے اور جس کے سپرد جو خدمت ہے وہ اس کا راعی اور ذمے دار ہے اور اس سے اس سپرد کردہ خدمت کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

۴۔ ہر باشندۂ مملکت ایک حیثیت سے راعی ہے تو دوسری حیثیت سے رعیت بھی ہے۔ گویا اس کے سپرد جو ذمے داری ہے اس کا جوابدہ وہ ہے اور خود اس کی ذمے داری جس پر ہے اسے اس کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔

۵۔ یہاں بظاہر صرف راعیوں کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن جسے رعیت قرار دیا گیا ہے اسی کو پھر راعی کی حیثیت سے بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ رجل (آدمی) رعیت ہے امام کی مگر راعی ہے اپنے اہل وعیال کا۔ بیوی رعیت ہے مگر اسے بھی شوہر کے گھر کی راعیہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ خادم رعیت ہے لیکن وہ بھی مخدوم کے مال کا راعی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر کسی چیز کا جو حق ہے وہ اسے ادا کرے اور خود اس کا حق جس پر ہے وہ اسے ادا کرے۔ خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنا اپنا فرض ادا کرے۔ یہ درست نہیں کہ کوئی راعی اپنی رعیت کا حق ادا کرنے کو اس پر موقوف رکھے کہ اس کا جو راعی ہے پہلے وہ اپنا حق ادا کرے۔

۶۔ راعی کو عموماً اس لیے مخاطب کیا گیا ہے کہ وہ زبردست ہوتا ہے اور اپنا حق تو زیردست سے وصول کر لیتا ہے لیکن خود زیردست کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے۔ زبردست اپنے زیردست کے مقابلے میں اپنے آپ کو مجبور نہیں پاتا اور زیردست اپنے آپ کو زبردست کے مقابلے میں مجبور پاتا ہے۔

اس حدیث میں چونکہ سب سے پہلے امام کا ذکر ہے اس لیے ہم پہلے امام اور اس کی رعیت کے بارے میں قرآنی احکام اور ارشادات رسولؐ بیان کریں گے۔ لیکن پہلے چند ضروری نکات ذہن نشین کر لینا چاہییں:

۱۔ کوئی نظامِ حکومت قائم کرنا اسلام کا کوئی مقصد نہیں۔ اسلام صرف صالح معاشرہ چاہتا ہے۔ کسی پیغمبر نے آج تک یہ پیغام نہیں دیا کہ: "آؤ لوگو میرا ساتھ دو کیونکہ میں ایک صالح نظامِ حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ حکومت ایک وباء ہے اور اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں کوئی اکراہ و جبر نہیں۔ لا اکراہ فی الدین۔

۲۔ لیکن ابھی وہ منزل دور ہے اس لیے عبوری طور پر ایک نہ ایک نظامِ حکومت کو قائم رکھنا پڑے گا۔ لیکن اس کا رخ اس طرف ہونا چاہیے کہ دباؤ کم سے کم ہوتا چلا جائے اور حکومت کا وجود برائے نام رہ جائے۔ حکومت کا وجود باقی رکھنے کی یہ مجبوری ایسی ہی ہے جیسے قیامِ امن کے لیے جنگ۔ ظاہر ہے کہ جنگ کوئی مقصد نہیں۔ مقصد امن ہے لیکن اس کے لیے مجبوراً جنگ بھی کرنی پڑتی ہے۔

۳۔ اس نظامِ حکومت کے سربراہ کو امام یا امیر المومنین کہتے ہیں اور اس کے ماتحت منتظمین کو اولی الامر۔ ہر ایک اپنے اپنے حلقے کا راعی ہے۔

۴۔ شرعی اصطلاح میں امیر کے لیے دو چیزیں بنیادی ہیں۔ ایک خود اسلام پر عمل کرنا۔ دوسرے احکامِ الٰہی کے نفاذ کی قوت۔ مسلمان بغیر عمل بالاسلام کے فاسق ہے اور بغیر قوت کے صرف مبلّغ و واعظ۔ امیر کا لفظ باطاقت مسلمان کے لیے تو ہو سکتا ہے لیکن بے طاقت واعظ کے لیے نہیں ہو سکتا۔

۵۔ امیر اگر فاسق ہو تو مسلمانوں پر اسے تبدیل کرنا واجب ہے لیکن پہلے اصلاح کی ہر ممکن کوشش ضروری ہے۔ اگر اصلاح کی کوئی شکل کامیاب نہ ہو تو تبدیلِ امیر کے لیے ایسا طریقہ اختیار کرنا واجب ہے جس میں نظم و ضبط زیادہ سے زیادہ قائم رہے اور انتشارِ امت کم سے کم ہو، اور زیادہ سے زیادہ نتیجہ خیز و کامیاب ثمرہ حاصل ہو۔

۶۔ فاسق کی امارت کو اس وقت تک نظم و ضبط کے ساتھ گوارا کیے رہنا ضروری ہے جب تک اس کو ہٹا کر دوسرا صالح امیر لانے کے یقینی اسباب مہیا نہ ہو جائیں۔

۷۔ امت کو انتشار اور ضعف سے محفوظ رکھنا بھی اولین اسلامی فریضہ ہے۔ اور اس مقصد کے لیے نظام امارت کی بہت سی ناخوشگواریوں کو برداشت کرنا چاہیے خواہ وہ دینی ناخوشگواری ہو یا طبیعی۔ اگر بعض دینی احکام کو معرض التوا میں ڈال دیا جائے جب بھی یہ ایک اہون الشرین ہو گا جو گوارا کرنا چاہیے۔ ایک بڑے مقصد کے لیے چھوٹے مقصد کو قربان کر دینا بھی اسلام ہی ہے۔

۸۔ انتشار سے بچنا صرف امت کا کام نہیں بلکہ اس سے بچانا امیر کا بھی فرض ہے۔ یعنے اسے ایسی باتوں سے بچنا چاہیے جو امت میں انتشار پیدا کریں اور اس کی یہی صورت ہے کہ وہ اپنے ان تمام فرائض کو ادا کرتا رہے جو اسلام اس پر عائد کرتا ہے۔

۹۔ گویا راعی اپنے فرائض ادا کرے اور رعیت اپنے فرائض کو ادا کرے تو انتشار نہیں ہو گا۔

امراء کے لیے ضروری ہدایات

۱۔ (ابو سعید) اگر دو خلیفوں کی بیعت ہو تو دوسرے کو قتل کر دو (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

۲۔ (عرفجہ بن شریح) ایک شخص کی امارت پر اگر اتفاق رائے ہو جائے اور کوئی شخص آ کر تمھاری جماعت کو پھاڑنا اور پراگندہ کرنا چاہے تو اسے قتل کر دو (ایضاً)

۳۔ اضافۂ ابوداؤد و نسائی: عنقریب ایسا ہو گا لہذا جو اس امت کی امارت میں تفریق پیدا کرے حالانکہ اس پر اتفاق رائے ہو چکا ہو تو تلوار سے اسے صاف کر دو خواہ کسے باشد۔

۴۔ (ابوہریرہ)۔ بنی اسرائیل کی ان کے انبیاء ہی سیاسی رہنمائی کرتے تھے۔ ایک نبی مرتا تو دوسرا اس کی جگہ آجاتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا بلکہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر ہمارے لیے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا: پہلے کی بیعت کو پورا کر کے ان کا حق ادا کرو اور جو تمھارا حق واس پر ہے) اسے اللہ سے مانگو کیونکہ جن کا راعی انھیں اللہ نے بنایا ہے ان کے بارے میں ان سے وہی بازپرس کرے گا۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ (ابوہریرہ) جب تمھارے امرا بہترین لوگ ہوں اور دولت مند سخی ہوں اور معاملات شوریٰ سے طے ہوں تو تمھارے لیے زمین کی پشت اس کے شکم سے بہتر ہے ورنہ ——— شکم پشت سے بہتر ہے (ترمذی)۔

۶۔ (ابن عمر) کلکم راع ..... (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

۷۔ (معقل بن یسار) جس شخص کے سپرد کوئی رعیت ہو وہ اگر مرنے سے پہلے اپنی رعیت میں غش (دھوکہ، خیانت، کینہ) پیدا کرے تو اس پر جنّت حرام ہے۔

۸۔ (عائذ بن عمر) ان شر الرعاء الحطمة فایاك ان تكون منهم۔ (ترمذی) بدترین والی وہ ہے جو سخت اور ظالم ہو پس تم ان میں سے نہ ہونا۔

۹۔ (ابوسعید) خدا کا سب سے پیارا اور اس سے قریب وہ امام ہے جو عادل ہو اور اس کے برعکس امام جائر (ایضاً)

۱۰۔ (مقدام بن معدیکرب) افلحت یا قدیم ان مت ولم تكن امیراً۔ اے مقدام اگر تم کوئی امیر بنے بغیر ہی مرجاؤ تو سمجھ لو کہ تم نے فلاح حاصل کر لی۔

۱۱۔ (ابوذر) اے ابوذر! امارت یہاں ایک امانت اور بروزِ حشر خزی وندامت ہے الّا یہ کہ اس کا حق ادا کیا جائے (مسلم)

۱۲۔ (غالب القطان) عرافت حق ہے اور لوگوں کے لیے اس کا ہونا ضروری ہے مگر عرفا جہنمی ہیں (ابوداؤد)

۱۳۔ (عبدالرحمٰن بن سمرہ) اے عبدالرحمٰن امارت کا سوال نہ کرو۔ اگر یہ مانگنے سے ملی تو مصیبت میں پھنس جاؤ گے ورنہ تمھاری مدد ہوگی۔ (للستة الا مالکا)

۱۴۔ (ابوہریرہ) تم عن قریب امارت کی تمنائیں کرو گے۔ اور آخرت میں یہ باعث ندامت ہوگی۔ یہ مرضعہ اچھی مگر وہ چھڑاتے وقت بڑی ہے (بخاری ونسائی)

۱۵۔ (ابوموسیٰ) جو حرص یا سوال کرے اسے میں یہ منصب نہیں دوں گا (شیخین، ابوداؤد، ترمذی)۔

۱۴۔ (ابوہریرہ و ابوسعید) ..... جو امراء کی تصدیقِ کذب اور اعانتِ ظلم کرے وہ مجھ سے نہیں اور وہ مجھ سے حوض پر نہیں ملے گا .....

۱۵۔ (نافع) جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہؓ کی بیعت توڑ دی تو ابن عمر نے اپنے متعلقین و اولاد کو یکجا کر کے کہا کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہر بدعہد کے لیے قیامت میں ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ میں نے اللہ اور رسولؐ کی بیعت پر اس کی بیعت کی ہے۔ مجھے اس سے بڑی کوئی بدعہدی نظر نہیں آتی کہ اللہ و رسولؐ کی بیعت پر بیعت کر چکنے کے بعد اس سے جنگ کی جائے۔ مجھے جس شخص کے متعلق بھی یہ معلوم ہو گا کہ اس نے بیعت توڑ دی یا بیعت ہی نہیں کی اس سے میرا قطع تعلق ہو جائے گا (بخاری، مسلم، مسند احمد)۔

۱۶۔ (نافع) ابن عمر نے ابن مطیع کے پاس جا کر یہ حدیث بیان کی کہ جو طاعت (امیر) سے اپنا ہاتھ کھینچ لے وہ بروز حشر خدا سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص ایسی حالت میں مرے کہ اس کی گردن میں کسی (امیر) کی بیعت نہ ہو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی (مسلم)

۱۷۔ (عبدالرحمٰن بن شماسۃ المہری عن عائشہ) اے اللہ میری امت کا جو والی امت پر سخت ہو اس پر تو بھی سخت ہو جا اور جو نرم ہو اس کے لیے تو بھی نرم ہو جا۔ (مسلم)

۱۸۔ (عمرو بن العاص عن عمر) اگر کوئی امیر تادیباً بھی رعیت کو جسمانی و مالی نقصان پہنچائے گا تو اس سے قصاص لوں گا کیونکہ حضورؐ اپنی ذات سے بھی قصاص لیا کرتے تھے (ملخصاً ابو داؤد)

۱۹۔ (جبیر بن نفیر وغیرہ) امیر جب لوگوں کے متعلق مشکوک تہمت کا اظہار کرتا ہے تو ان میں فساد کر کے رہتا ہے۔ (ابو داؤد)

۲۰۔ (ابوہریرہ) اس آدمی کا امیر بھی بروز حشر ہتھکڑی ڈال کر لایا جائے گا۔ پھر یا عدل اسے رہائی دلائے گا یا ناانصافی اسے غارت کرے گی (بزار و اوسط)

۲۱۔ (معاویہ) اس امت میں کوئی برکت نہیں جس میں عادلانہ فیصلے نہ ہوتے ہوں اور جس میں کمزور پریشانی اٹھائے بغیر اپنا حق زبردست سے وصول نہ کرے۔

۲۲- (ابن عباس) میرا جو امتی کہیں کا امیر بننے کے بعد لوگوں کی اسی طرح نگہداشت نہ کرے جس طرح خود اپنی یا اپنے بال بچوں کی نگہداشت کرتا ہے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا (اوسط وصغیر)

۲۳- (علی) خلیفہ کے لیے اللہ کے مال سے دو پیالے سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ ایک خود اس کے اور بال بچوں کے لیے اور دوسرا عام لوگوں کے لیے (مسند احمد)

مامورین کے لیے ضروری ہدایات

۱- (انس) اگر تم پر کوئی ایسا حبشی بھی جس کا سر منقے کی طرح چھوٹا ہوا، امیر بنا دیا جائے تو جب تک وہ کتاب اللہ کے مطابق چلائے اس کی سمع و طاعت کرتے رہو (بخاری)

۲- (ابوہریرہ) جو میری اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ اللہ کا نافرمان ہے اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میرا نافرمان ہے (وفی روایۃ) امام ایک سپر ہے جس کی پناہ میں جنگ کی جاتی ہے اور جس کے ذریعے بچاؤ کیا جاتا ہے۔ پس اگر وہ تقوی اللہ کا حکم دے اور عدل کو قائم رکھے تو اس کے لیے اجر ہے اور اگر اس کے علاوہ کچھ کہے تو اس کا بوجھ اسی پر ہوگا (بخاری، مسلم، نسائی)

۳- (ابن عمر) مرد مسلم پر تو سمع وطاعت (امیر کی) واجب ہے خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند۔ ہاں اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو وہاں کوئی سمع وطاعت نہیں (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

۴- (ابن مسعود) ..... لا طاعة لمن عصى الله (جو خدا کا نافرمان ہو اس کی کوئی اطاعت نہیں) قزوینی۔ یہی روایت عبادہ سے بھی احمد وکبیر میں ہے۔

۵- (ابوہریرہ) تم پر ہر حال میں سمع وطاعت ضروری ہے۔ عسر میں، یسر میں، خوشی میں ناخوشی

میں اور دوسرے کے ترجیح پانے میں (مسلم ونسائی)

۶- (عوف بن مالک) تمھارے بہترین ائمہ وہ ہیں جن کو تم اور جو تم کو پسند کریں - جن کے لیے تم اور جو تمھارے لیے دعا کریں - اور بدترین ائمہ وہ ہیں جن سے تم اور جو تم سے نفرت کریں اور جن پر تم اور جو تم پر ملامت کریں - ہم نے پوچھا "تو کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ فرمایا (تین بار) اس وقت تک نہیں جب تک وہ تم میں اقامت صلوٰۃ کرتے رہیں - سنو اگر تم پر کوئی والی مقرر ہو اور اسے کوئی معصیت الٰہی کرتا ہوا دیکھے تو وہ اس معصیت الٰہی سے کراہت کرتا رہے مگر طاعت سے دست کش نہ ہو (مسلم) (ام سلمہ سے بھی مروی ہے کہ جب وہ نماز پڑھتے رہیں)۔

۷- (ابن عباس) جس شخص کو اپنے امیر کی کسی بات سے نفرت ہو وہ اس پر صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان سے ایک بالشت بھی باہر ہو جائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی (بخاری ومسلم)

۸- (ابو ہریرہ) جو طاعت سے باہر ہو جائے اور جماعت سے جدا ہو جائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی..... (مسلم ونسائی)

۹- (ابو ہریرہ) تین قسم کے آدمیوں سے اللہ بروز حشر نہ بات کرے گا نہ اس کی طرف دیکھے گا اور نہ اسے پاک کرے گا بلکہ اس کے لیے سخت سزا ہو گی ...... تیسرا وہ شخص ہے جو کسی امام کی بیعت محض دنیا کے لیے کرے یعنی اگر وہ اس کی دنیاوی مانگ پوری کرے تو اس کے ساتھ وفا کرے ورنہ اس سے بے وفائی کرے (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

۱۰- (ابو بکر) جو سلطان کی اہانت کرے گا اس کی اللہ اہانت کرے گا۔ (ترمذی)

۱۱- (ابو امامہ) اماموں کو گالیاں نہ دو بلکہ ان کے لیے دعائے خیر کرو کیونکہ ان کی اصلاح سے تمھاری اصلاح وابستہ ہے (کبیر و اوسط)

۱۲- (ابو ذر) جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا جوا اتار دیا۔ (ابوداؤد)

۱۳- (ابن عمر) میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو گی لہذا تم جماعت سے وابستہ رہو کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (کبیر)